دورجدید میں مروج چند عقود (تجارتی معاملات) کی شرعی حیثیت

A resaech evaluation of some business contracts and their legal status

ڈاکٹر نسرین طاہر ملک[i] محمد طاہر ملک[ii]

Abstract

Man has started life with barter system as a way of exchange. With the passage of time things became progressed and gold and other stones remained the sy'stem of exchange. Today we see currency notes are a big source of exchange. When human being progressed this exchange became part of businesses and the Riba (Interest) which is prohibited in Islam emerged the essential part of business enterprises. This research addressed some shapes of enterprises and embarked on riba for common man.

***Key words**: Riba, Exchange, Enterprises, prohibition, Business enterprises*

انسان جب سے اس دنیا میں آیا ہے تب سے معاشی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے وہ مختلف کوشش کرتا ہے کبھی تو وہ غلے اگاتا ہے اور کبھی تجارت سے وابستہ ہو جاتا ہے چیزوں کو خرید تا ہے اور پھر فروخت کرتا ہے ۔ خرید وفروخت کی پہلی شکل Barter system (براہ راست تبادلہ) تھی جس میں ایک آدمی اپنی surplus goods (فاضل اشیاء) کو دوسرے شخص سے تبدیل کر لیتا تھا مثلا جس کے پاس گندم زیادہ ہوتی وہ دوسرے شخص کو گندم دیکر چاول لے لیتا پھر جب انسان نے کچھ اور ترقی کی تو sole propershep (واحد ملکیتی کاروبار) کی شکل سامنے آئی اور پھر اس کے بعد partrershep کا دور آیا کہ چند لوگ مل کر سرمایہ اکٹھا کریں اور پھر اس سے مشترکہ کاروبار کریں۔ یوں تہذیب انسان ترقی کرتی چلی گئی۔ رسم ورواج پر بدلتے گئے اور دن بدن انسانی ضروریات بڑھنے لگیں یہاں تک کہ اٹھارویں صدی industrial

---

i اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف عربیک، نمل، اسلام آباد

ii سکالر گورنمنٹ آف پاکستان، سینئر ریسرچر

levouiariod (صنعتی انقلاب) کا پیغام لیکر آئی بڑے بڑے کارخانے اور فیکٹریاں قائم ہوئیں جنکی۔daily production (روزمرہ کی پیداوار) ہزاروں سے تجاوز کرنے لگی۔

انڈسٹری کے قیام سے بہت سے مسائل بھی پیدا ھوئے مثلاً وہ پیداوار جو ھزاروں اور لاکھوں میں ھو اسے کس طرح سمہالا جائے کہ اس کا فائدہ عوام کو بھی ھو۔ فیکٹریاں بھی چلتی رہے۔ پروفیسر قاضی احتشام لکھتے ہیں:

"اس (صنعتی انقلاب کی)صورتحال نے واحد پلکتی اور شراکتی کاروبار کیلئے بہت سے مسائل پیدا کردیئے نقد اس بات کی اشد ضرورت محسوس کی گی کہ کسی ایسی آرگنائزیشن کا وجود عمل میں لایا جائے جو نہ حرف یہ کہ ان پرانے کارویاروں کے نقصانات کاازالہ کرے بلکہ وسیع پیمانے پر تجارت کو فروغ بھی دے سکے[1]۔"

لھذا وسیع پیمانے پر تجارت کے فروغ کیلئے کمپنیاں معرض وجود میں آنے لگیں پہلے پہل کمپنی شاہی فرمان کے تحت قائم تھیں جنھیں " Charied company "چارٹرڈ کمپنی کیا جاتا بعد میں اس کے لیئے نئے سرے سے قوانین مرتب کیئے گئے۔

انڈیا میں پہلا کمپنی آرڈیننس1866 میں بنا پھر1882اور1913 کے قوانین بنتے چلے گئے۔

پاکستان میں جائنٹ سٹاک کمپنیز1984 کے تحت رجسٹرا ہوتیں ہیں۔

کمپنی کی تعریف

"لوگوں کا ایسا گروہ جن کا مقصد تجارت کرنااور نفع کمانا ہوتا ہے کمپنی کہلاتا ہے۔"

کمپنی کے قیام کے تین مراحل

کمپنی کی تشکیل تین مراحل میں ہوتی ہے پہلا مرحلہ Formation Stage کہلاتا ہے جسمیں یہ طے کیا جاتا ہے کہ کمپنی کے کاروبار کی نوعیت کیا ہو گی؟ کمپنی گارمنٹس کا کاروبار کرے گی یا پھر گاڑیوں کے سپیئر پارٹس بنائے گی؟اس کے لیئے فنڈز اتنے درکار ہوں گے وغیرہ وغیرہ دوسرا مرحلہ [2] Incorporation stage کہلاتا ہے جسمیں کمپنی کے پروموٹرز (کمپنی کی بنیاد ڈالنے والے) کمپنی کے قانون و شرائط وضوابط بتاتے ہیں جنھیں Memuradam of associationاور Articals of association کہتے ہیں اول الذکر میں کمپنی کا

نام ہیڈ آفس اور کمپنی کا منظور شدہ سرمایہ درج ہوتا ہے جبکہ مؤخر الذکر میں کمپنی کو چلانے کے لئے وہ تمام امور جو درکار ہوتے ہیں درج ہوتے ہیں۔

تیسرا مرحلہ Cirtificate Of Commencnet ہے جب کمپنی کو کاروبار شروع کرنے کی اجازت مل جاتی ہے۔ اب کمپنی کی حیثیت ایک artificial judicial person (حرمتی شخص قانونی) کی ہو جاتی ہے اور اب کمپنی وہ تمام کام سرانجام دیتی ہے جو کہ ایک حقیقی شخص سرانجام دے سکتا ہے مثلاً کمپنی قرض دے بھی سکتی ہے اور لے بھی سکتی ہے۔ کمپنی کسی پر دعوی کر بھی سکتی ہے اور کمپنی پر دعوی پر بھی سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ وہ مقام ہے جہاں کمپنی اپنے شرکاء سے تب کر بذات خود ایک قانونی شخص ہے۔

کمپنی کی شرعی حیثیت

یہ بات کمپنی کے خمیر میں شامل ہے کہ وہ اپنے شرکاء سے ہٹ کر بذات خود ایک شخص ہے بزنس کی زبان میں اسی مفہوم کو Business entiry[3] Concept سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ وہ Concept ہے جس کی وجہ سے کمپنی کی شرعی حیثیت علماء کے مابین وجہ نزاع ہے۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ کمپنی کی کوئی انفرادی حیثیت نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ کمپنی شرکت کی چاروں اقسام میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی میل پتی رکھتی مثلاً:

1 – شرکت میں ہر شریک کاروبار کے تمام اثاثوں کا مالک بھی ہوتا ہے اور دوسرے شخص کا وکیل بھی اور پھر تمام شرکاء کی ذمہ داری بھی برابر ہوتی ہے مثلاً کوئی قرضہ ادا کرتا ہے اوسب ملکر ادا کریں[4] جبکہ کمپنی میں ایسا بھی ہوتا۔ کوئی بھی شخص کمپنی میں رہتے ہوئے کمپنی کا حصہ دار تو ضرور ہے مگر کمپنی کے دیوالی ہونے سے پہلے اسے یہ حق ہرگز حاصل نہیں کہ وہ کمپنی کی جائیداد کر فروخت کر سکے یا یہ کہ کمپنی کی کسی بھی Machinery (تسترى) equipmell پر اپنا حق ملکیت جتائے بلکہ جبتک کمپنی Running Positation میں ہے تو آپ کا حق اتنا ضرور ہے کہ بقدر حصہ آپکو نفع ملتا رنے۔ دوسرا یہ کہ اگر کمپنی نے کوئی قرضہ ادا کرتا ہے تو وہ خود ادا کرے گی حصہ دار پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

2 – شراکت میں اگر کوئی شخص شرکاء پر دعوی کر دے تو تمام شرکاء ملکر اس کا دفاع کریں گے مگر کمپنی کی صورت اس سے جدا ہے اس لیے کہ اگر کوئی شخص کمپنی پر دعوی کر دے تو کمپنی خود اس کا دفاع کرے گی حصہ داران پر کوئی بھی ذمہ داری عائد نہ ہو گی[5]۔

3 – شرکت اپنے شرکاء سے الگ نہیں ہوتی مگر کمپنی اپنے حصہ داران سے الگ وجود رکھتی ہے۔

4 _ شرکت میں ذمہ داری محدود نہیں ہوتی جبکہ کمپنی میں ذمہ داری محدود بھی ہوتی ہے اور غیر محدود بھی۔

محدود ذمہ داری

محدود ذمہ داری کو روزمرہ کی تجارت میں CinicedLibility سے یاد کیا جاتا ہے اور اکثر یہاں تک اور کمپنیز کے نام کے آگے " لمیٹڈ " کا اضافہ ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کاروبار کے محبران کی ذمہ داری محدرد ہے یہ اسطرح کہ اگر کمپنی کو نقصان ہوتا ہے یا کمپنی دیوالیہ ہوتی ہے تو اس صورت میں کمپنی کی املاک تو فروخت کر دیا جائے گا اور ممبران کے اپنے حصے کے شیئرز بھی ضائع ہو جائیں گے لیکن اس نقصان کی پاداش مین ان کے گھر بار اور ذاتی جائیداد کو فروخت نہیں کیا جائے گا[6] لیکن شراکت میں ذمہ داری غیر محدود ہوتی ہے اور دیوالیہ ہونے کی صورت میں گھر بار ہر چیز فروخت کی جا سکتی ہے۔ لہٰذا ان " فروق " کی بنیاد پر علماء کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ کمپنی کی شرعی حیثیت مخدوش ہے لہذا ان کے ہاں کمپنی میں کسی بھی قسم کی شراکت ناجائز ہو گی۔

علماء کے دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ کمپنی کے عدم جواز کی یہ دلیل ہرگز نہیں بن سکتی کہ کمپنی چار اعتبار سے جدا ہے تاوقتیکہ کمپنی کی " انفرادی قانونی حیثیت " قرآن کریم یا حدیث مبارکہ کی کسی نص قطعی کے مخالف نہ ہو[7] کیونکہ شراکت کی چاروں اقسام بھی قرآن کریم کی کسی نص قطعی سے براہ راست اخذ نہیں کی گئیں بلکہ فقہاء کرام نے جب یہ دیکھا کہ کاروبار کی جتنی بھی اقسام ان کے زمانے میں پائی جاتیں ہیں ان کا " تانا بانا " آخر کار ان چار ہی سے ملتا ہے تو انہوں نے اقسام اربعہ کو مکتب فقہ میں درج کر دیا۔

لہذا اب یہ دیکھنا ضروری ہے کہ " انفرادی قانونی حیثیت " کو اسلام نے روا رکھا ہے یا پار انظیر شرع اسلامی میں پائی جاتی ہے یا نہیں؟

شرع اسلامی کا مطالعہ کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ "انفرادی قانونی حیثیت "کا Concept کوئی بنا نہیں بلکہ اس کی امثلہ ہر دور میں موجود رہی ہیں وہ الگ بات ہیکہ Industrial Pevolution نے اسے اٹھارہویں صدیں میں متعارف کروایا۔ جس کی چند مثالیں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

بیت المال

بیت المال وہ ادارہ ہے جسمیں ہر مسلمان کا حق ہوتا ہے۔اسی سے مسلمان غرباء پر رحمتیں خرچ کی جائیں ہین اور ترقیاتی ورفاہی کام کئے جاتے ہیں۔ باوجودیکہ ہر شخص کا حق بیت المال سے ملحق ہوتا ہے لیکن۔۔۔۔ طور پر کوئی بھی اسمیں انفرادی ملکیت کا دعوی نہیں کر سکتا بلکہ علماء نے تو بیت المال کے دو حصے کئے ہیں:

(1) بیت المال (2) مال خراج اور لکھا ہیکہ اگر ایک حصے میں مال کم ہو جائے تو دوسرے حصے سے ادھار لے لیا جائے لھذا ایک غیر حقیقی شخص (بیت المال) دائن بھی بنا اور مدیون بھی! معلوم ہوا کہ غیر حقیقی شخص خواہ وہ ادارہ یا کمپنی اپنی انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔

وقف

کمپنی کی انفرادی حیثیت سے متعلق دوسری مثال وقف کی ہے وقف ایک ایسا ادارہ ہوتا ہے جسکی اپنی انفرادی حیثیت ہوتی ہے۔۔۔۔ املاک ہوتی ہیں ہمارے ہاں دیار پاکستان میں لوگ گورنمنٹ سے وقف کی زمینیں کرائے پر لیتے رہتے ہیں معلوم ہوا ایک Aretficial Jedicial person کرایے پر کچھ دے بھی سکتا ہے اور لے بھی سکتا ہے۔ دعوی کر بھی سکتا ہے اور اس پر دعوی ہو بھی سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ترکہ مستغرقہ بالدین

ترکہ مستغرقہ بالدین کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص فوت ہو گیا اس نے جو کچھ بیچ ہے چھوڑا وہ پورے کا پورا قرض کی لپیٹ میں ہے اب کس جگہ۔۔۔۔ یہ ہے کہ میت کا قرض اسی ترکہ سے ادا کیا جائے گا میت کے ورثاء پر ضروری نہیں کہ وہ قرض کا بندوبست کریں اب اس جگہ میت کا ترکہ خود قانونی حیثیت رکھتا ہے اور اسکی حیثیت مدیون کی ہے باوجودیکہ وہ غیر حقیقی شخص ہے۔

شیئرز

جب بھی کوئی کمپنی قائم ہوتی ہے تو اس کیلئیے بہت بڑی رقم درکار ہوتی ہے اب ظاہر سی بات ہے کہ کروڑوں اور اربوں روپے کی Investments کسی ایک شخص کے بس کا روگ نہیں ہے لہٰذا اس بڑی رقم کو چھوٹی چھوٹی رقموں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور اسکی بنیاد اکائی کو" شیئر" کہتے ہیں مثلاً ایک کروڑ کو ایک لاکھ پر تقسیم کریں جواب سو100 آتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک کروڑ اکٹھا کرنے کیلئے ایک لاکھ شیئر ہولڈر ہوں گے اور ہر شیئر سو100 روپے کا ہوگا۔ یوں ایک رقم جس کا اکھٹا کرنا بظاہر مشکل تھا۔ سو سو کی چھوٹی رقموں سے آسانی سے جمع ہو جائے گی۔

آج کل پوری دنیا میں شیئرز کا کاروبار عروج پر ہے لھذا اس بات کا جاننا اشد ضروری ہے کہ شیئرز کی خرید و فروخت جائز ہے یا ناجائز؟ اس سلسلے میں پہلی احتیاط او یہ ہیکہ دیکھا جائے شیئرز کی کونسی قسم خریدی جارہی ہے۔

شیئرز کی اقسام

شیئرز کی خرید و فروخت تین طرح سے ہو سکتی ہے:

1. جتنے کا شیئر ہے اتنے میں ہی خریدا جائے مثلاً سو100 روپے کا شیئر سو100 روپے میں ہی خریدا جائے اسے Share Purchased at face value کہتے ہیں۔
2. شیئرز اپنی اصلی قیمت سے کم پر خریدا جائے مثلاً سو100 کا شیئر نوے90 روپے کا خریدا جائے اسے Share Purchased at discoune کہتے ہیں۔
3. شیئرز اپنی اصلی قیمت سے زائد پر خریدا جائے مثلاً سو100 کا شیئر ایک سو110 دس میں خریدا جائے اسے Share purchased at premium کہتے ہیں۔

احتیاط

شیئرز کی خریداری کے وقت مندرجہ ذیل احتیاطیں پیش نظر رکھنی چاہیں:

1. جس کمپنی کے شیئرز خریدے جائیں جارہے ہیں اس کے اثاثے صرف نقدی Cash کی صورت میں نہ ہوں وگرنہ شیئرز کی بیچ صرف Face value پر تو ہو سکتی ہے کم و بیش پر نہیں یعنی سو روپے کا شیئر صرف سو میں ہی خریدا جا سکتا ہے ایک سو دس یا بیس میں نہیں اس

لئے کہ ان سو روپوں کے بیچ ہے صرف اور صرف نقدی ہے اور نقدی کی بیچ نقدی کے ساتھ تو کمی و بیشی پر حرام ہے کیونکہ اس میں " ربا" کا عنصر شامل ہے۔[8]

2. جس کمپنی کے شیئرز خریدے جا رہے ہیں اس کے اثاثے نقدی میں بھی ہیں اور غیر نقدی میں بھی۔ مثلاً بلڈنگ، مشینری، اوزار وغیرہ وغیرہ اب شیئرز کی بیچ Face value پر بھی ہو سکتی ہے اور Premium پر بھی کیونکہ شیئرز کے بیچ ہے ہو دو طرح کے اثاثے جات ہیں نقد بھی اور غیر نقد بھی لھذا اجناس کے مختلف ہو جانے کیوجہ سے نقدی کی بیچ کمی و بیشی پر جائز ہو گی۔[9]

3. شیئرز خریدتے وقت یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ کمپنی کا کاروبار حلال ہے یا حرام؟ ظاہر سی بات ہے کہ اگر کمپنی حرام کاروبار کرتی ہے تو شیئرز کی خریداری کسی طرح بھی جائز نہیں۔[10]

سوال

جو کمپنی بھی کاروبار کرتی ہے وہ بینک سے قرضہ بھی ضرور لیتی ہے اور جتنے بھی کمرشل بینک ہیں وہ Loar پر Interest بھی لیتے ہیں لھذا کمپنی جو نفع بھی کمائے گی اس نفع مین یہ سودی عنصر بھی ضرور شامل ہو گا لھذا کسی بھی Share holder کو ایسا منافع حاصل کرنا جو کہ "سود" کے پیسے سے حاصل کیا گیا ہو کسی طرح جائز ہو گا؟

جواب

اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ فقہاء نے مسئلہ لکھا ہے کہ حلال مال کثیر میں حرام مال قلیل اگر شامل ہو جائے تو اس کا استعمال جائز ہے اس صورت میں شیئرز خریدتے وقت کمپنی کی Balance sheet اگر دیکھ لی جائے تو یہ آسانی سے پتہ لگایا جا سکتا ہے کہ کمپنی کے سرمائے میں کتنا حصہ بینک سے لیے گے قرضے پر مشتمل ہے اگر تو بینک کا قرضہ کم مقدار میں ہو بلکہ بہت کم مقدار میں ہو اور جائز سرمایہ وافر مقدار میں ہو تو کمپنی کے شیئرز خریدے جا سکتے ہیں ورنہ نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ پر کمپنی کا سالانہ اجلاس ہوتا ہے جسے Annual General Meeting کہتے ہیں شیئرز ہولڈر اس مین اپنی رائے کا اظہار کر سکتے ہیں لھذا شیئر ہولڈرز کو چاہیے کہ وہ A. G. M میں سودی پالیسی کے خلاف کھل کر اظہار رائے کریں اگر تو یہ کثرت میں

ہوئے تو کمپنی کے ڈائریکٹرز Mojority کی رائے پر عمل کرنے کے پابند ہوں گے اور اگر یہ رائے دھندگان Minority میں ہوئے تو کم از کم انشاءاللہ کے ہاں براءت الذمہ ہوں گے [11]

شیئرز پر حاصل کئے گئے منافع میں سود سے بچے کی تیسری صورت یہ ہے کہ جتنا منافع ملے اس میں سے ایک خاص رقم ہر پشت ثواب صدقہ کردیجائے اور ذہن میں یہ تصور ہو کہ یہ رقم وہ سودی عتبار سے جو میرے جائز منافع میں شامل ہے [12]۔ان تمام کوششوں کے بعد اللہ رب العزت جو کہ غفور بھی ہے اور رحیم بھی سے قوی امید ہے کہ وہ اپنے بندوں سے ضرور راضی ہو گا جو صرف اور صرف اس کی رضا کی خاطر یہ سب تکالیف برداشت کرتے ہیں ورنہ اس مادی دنیا سے کسے محبت ہیں؟ لیکن یہ ساری تگ ودو تو اس لئیے ہے:

فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شر يره

سٹاک ایکسچنج مین شیئرز کی خرید وفروخت

سٹاک ایکسچنج ایک ادارہ ہے جو حکومت کی سرپرستی میں شیئرز کی خرید وفروخت کرتا ہے۔
کمپنیز کی دو قسمیں ہوتی ہیں:

(1)۔Listed company (2) un Listed company

جو کمپنیاں سٹاک ایکسچنج میں رجسٹرڈ ہوتی ہیں۔انہیں Listed companies کیا جاتا ہے۔
سٹاک ایکسچنج صرف ان کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت کرتا ہے۔
شیئرز کی خرید وفروخت دو طرح سے ہو سکتی ہے:

دو شخص آپس میں شیئرز کی خرید وفروخت کرلیں اور سٹاک ایکسچنج کا کوئی عمل دخل نہ ہو اسے Vover the counter sale کہتے ہیں ۔ لیکن اس طریقہ کار کی کوئی خاص Vatidity نہیں ہے اس لئے کہ یہ غیر معروف ہے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ شیئرز کی خریداری Short Exchange کی وساطت سے ہو یہ معروف طریقہ ہے لھذا اگلی ساری بحث اسی قسم کے Shares سے متعلق ہے جنکی خریداری Stock Exchange کی وساطت سے ہو۔

ممبر شب اور کمیشن ایجنٹ

ہر شخص کو اجازت نہیں ہوتی کہ Stock Exchange سے شیئرز کی خریداری کر سکے اسی کے لئیے ممبر شب کا ہونا ہے ضروری ہوتا ہے ۔ سٹاک ایکسچینج کے ممبر اپنے لئیے بھی شیئرز خریدتے ہیں اور دوسروں کیلئے بھی جہتیں بروک کیا جاتا ہے۔[13]

شیئرز کی خریداری تین طریقوں سے ہو سکتی ہے:

سپاٹ سیل: Spot Sale

یہ خرید و فروخت کا وہ طریقہ ہے جسمیں شیئرز دے کر انکی صحبت کر لیجاتی ہے ۔اس صورت میں قباحت یہ ہے کہ شیئرز کے سرٹیفکیٹ پر قبطہ عموما۔۔۔ میں ہوتا ہے جس میں ہفتہ سے پندرہ دن لگ جاتے ہیں ۔اب شریعت کی رو سے کیا یہ خرید و فروخت جائز ہے یا ناجائز اسکی تفصیل گفتگو اگلی دو اقسام کے بعد کیجاتی ہے۔

شارٹ سیل: Short sale

یہ خرید و فروخت کا وہ طریقہ ہے جس میں Seller (بائع) وہ شیئرز فروخت کر دیتا ہے جو اسکی ملکیت میں نہیں ہوتے لیکن اسے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ شیئرز کر کے دے دے گا۔ خریداری کا یہ طریقہ بھی جائز ہے کیونکہ یہ ایسی چیز کی بیع ہے چیز اسکا حق ملکیت بھی نہیں۔ فقہ کی اصطلاح (Termology) میں اسے بیع غیر مملوک کا نام دیا ہے صاحب قدوری فرماتے ہیں:

ولا يجوز بيع السمك فى الماء قبل ان يصطاده ولا بيع الطائر بالهواء [14]

"مچھلی کی بیع پانی میں اس کے شکار سے پہلے لہٰذا اسی طائر (پرندے) کی بیع ہوا میں اس کے شکار سے پہلے ناجائز ہے۔"

ان دونوں صورتوں میں بیع کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نہ تو مچھلی ملک میں ہے اور نہ ہی پرندہ جب تک شکار کرنے کے بعد ہاتھ میں نہیں آجائے۔ لہٰذا Tuture sale یا short sale کو اسی پر قیاس کر کے یہ کیا جاتا ہے کہ یہ صورت ناجائز ہے۔

Sale on Norgir

اس سے مراد شیئرز کی وہ خریداری ہے جس میں Bayer (خریدار) کچھ قیمت ابھی ادا کردیتا ہے اور باقی Brokerسے ادھار کرلیتا ہے مثلاً اگر شیئر100 سوروپے کا ہے اسی80 کے حساب سے Down Paymentکردی اور باقی ادھار کرلیا۔

شیئرز کی یہ Purchasing بھی خطرات سے خالی میں نہیں کیونکہ اس میں ادھار رقم پر سود لیا جاتا ہے اور سود حرام ہے۔

سپاٹ سیل کی تفصیل: Detatc of spot sale

شیئرز کی spot saleجائز ہے لیکن اس میں ایک شائبہ پایا ہے کہ شیئرز کی خرید وفروخت کے بعد اس کا سرٹیفکیٹ ملتے ملتے پندرہ پندرہ دن لگ جاتے ہیں اور یہ معاملہ ان شیئرز میں ہوتا ہے جو کسی کے نام سے رجسٹرار ہوں لھذا کمپنی کے رجسٹرز میں نام کی تبدیلی کیلئیے ٹائم درکار ہوتا ہے اور اگر بیئرزز Bearer شیئرز تب یہ مسئلہ درپیش نہیں ہوتا۔ اب مسئلہ ہے کہ جب شیئرز کا سرٹیفکیٹ ملتے ملتے ٹائم لگ جاتا ہے تو اس دوران شیئرز کی آگ سے آگے بیچ[15] کردی جاتی ہے آیا ایسا کرنا جائز ہے ؟ کہ سرٹیفکیٹ ملے۔۔۔ شیئرز آگے بیچ دیئے جائیں اور جب سرٹیکفیٹ ہاتھ میں آئے تب تک ایک شیئر کئی ہاتھوں میں فروخت ہو چکا ہو؟

بیع قبل القبض: Sale of shares before

پہلی رائے تو یہ ہے کہ cirti fiacre ثبوت کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ رجسٹریشن کی سب سے بڑی علامت ہے تو جب اسپر۔۔۔ نہیں ہوتا تو گویا شیئرز کی کوئی حیثیت ہی نہیں جیسے مکان بغیر رجسٹری کے گاڑی بغیر رجسٹریشن کے وغیرہ وغیرہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے ۔ لھذا سرٹیفکیٹ پر قبضہ کئے بغیر شیئرز کو آگے بیچنا کسی طرح بھی جائز نہیں فقہ کی اصطلاح میں اسے " بیع قبل القبض" (یعنی کسی چیز پر قبضے سے پہلے اسے بیچ دینا) کہتے ہیں جسکی مخالفت واضح طور پر احادیث میں آئی ہے مثلاً" حکیم ابن حزام" سے حضور علیہ السلام سے جب پوچھا کہ اے اللہ کے رسول:

انی رجل اشتری بیوعا فاجلل منها وما یحرم قال : یا ابن اخی اذا اشتریت بیحا فلا تبعه حتی تفنیقة[16]

"میں خرید و فروخت کرتا رہتا ہوں پس مجھے بتلا دیجیئے کہ میرے لئے کیا حلال اور کیا حرام تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم کوئی چیز خریدو تو اسکو آگے اس وقت تک نہ بیچو جبتک تمہارا اسپر قبضہ نہ ہو جائے۔"

دوسری جگہ حکیم ابن حزام نے پھر اسی سوال کو دوسری طرح دہرایا:

قلت يا رسول الله : الرجل بائيني وبسألعم البيع ليس عندى ابيعة منه اتباعه له من السوق ؟ قال : فقال : لا بيع ماليس عندك [17]

"میں نے کہا اے اللہ کے رسول ایک آدمی میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے اس چیز کے بیچنے کا کہتا ہے جو میرے پاس ہے ہی نہیں کیا میں اس کو وہ چیز بیچ دوں اور اس کے لئے بازار سے خرید لوں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو چیز تیرے پاس نہیں ہے تو اسکو نہ بیچ۔"

ان احادیث کی بناء پر پہلی رائے تو یہ ہے کہ جب تک Cirtificate ہاتھ میں نہیں آجاتا شیئرز کی بیع آگے نہ کیجائے کیونکہ اس میں عذر[18] (uncertainty) کا اندیشہ ہے وہ اسطرح کہ ہو سکتا ہے first seller (بائع اول) شیئرز کا سرٹیفکیٹ ہی لہنا نہ کر سکے اس صورت میں اگلی جتنی خرید و فروخت ہو گی ایک دم سے بلا حیثیت ہو کر رہ جائے گی کیونکہ ان شیئرز کی کیا validity جن کی رجسٹریشن کے بارے میں ہی شکوک و شبہات لاحق ہوں۔

عرف عام

دوسری رائے یہ ہے کہ شریعت نے عرف کا بڑا خیال رکھا ہے اور بہت سارے مسائل ایسے ہیں جنکو عرف عام پر چھوڑا گیا ہے۔ عرف عام کا مطلب یہ ہے کہ کسی علاقے میں لین دین کی صورتحال اور کاروباری ضوابط بلکہ عرف عام کا مفہوم تو اس سے بھی وسیع ہے کہ اس علاقے میں جس چیز سے جو معنی مراد لیا جاتا ہے شریعت بھی اس کا پاس رکھے گی مثلاً اگر کوئی یہ کہے کہ آپ نے کھجور کھائی ہے تو اس سے مراد کھجور کا پھل ہے نہ کہ کھجور کا درخت لھذا شیئرز کی جب خرید و فروخت کی جاتی ہے تو بغیر سرٹیفکیٹ حاصل کئے شیئرز کو forward sale یعنی آگے بیچ دیا جاتا ہے تو اس سلسلے میں stock exchange کا عرف کیا ہے؟ آیا وہ اسے قبضہ تصور کرتے ہیں؟ اگر کرتے ہیں تو کس حد تک؟ کیا sheller شیئرز فروخت کرتے کے بعد نقصان کی صورت میں ان کی تلافی کرےگا؟

1 _ سٹاک ایکسچینج کا " عرف " تو یہ ہے کہ جب فروخت کنندہ شیئرز فروخت کر دیتا ہے تو اس کے ذمہ کوئی حق باقی نہیں رہتا ما سوائے سرٹیفکیٹ کے مہیا کرنے کے ۔ یہاں تک کہ اگر کمپنی کو نقصان پہنچا یا کمپنی دیوالیہ ہو گئی تو یہ شیئرز buyer (خریدنے والے) کے ہی ضائع ہوں گی فروخت کرنے والے کو اس سے کوئی سر دکار نہ ہو گا کیونکہ وہ تو اپنی چیز فروخت کر چکا۔

2۔ خریدنے والا اگر آگے شیئرز کو بیچنا چاہے تو بھی sheller کو کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔

3 ۔ اگر کمپنی سالانہ منافع (dividend) جاری کرتی ہے تو سٹاک ایکسچینج اور شیئرز کی خرید و فروخت کرنے والے اے کاروباری حلقوں میں یہ ضابطہ ہے کہ فروخت کرنے والا خریدار کو وہ نفع جوں کا توں ادا کرے گا حالانکہ شیئرز ابھی تک فروخت کنندہ کے نام ہیں لیکن چونکہ وہ بیچ چکا لہٰذا نفع کا مالک بھی وہ نہیں ہے۔ نفع کا حق اسی کر ہے جس نے شیئرز خریدے۔

مذکورہ تفصیل کی بناء پر یہ کیا جاتا ہے کہ سٹاک ایکسچینج اور شیئرز کی خرید و فروخت کرنے والے کاروباری حلقے "سرٹیفکیٹ" کے بغیر بھی شیئرز کی خریداری کو قبضہ تصور کرتے ہیں اور بالخصوص "منافع" کی صورت میں جب شیئرز کی رجسٹریشن کی رجسٹریشن تو seller کے نام ہوتی ہے لیکن کے ذمے ہے کہ وہ خریدار کو نفع ادا کرے۔ یہ بات قرین قیاس بھی لگتی ہے کہ قبضہ اسی چیز کا نام ہے

۔

اسکی دوسری مثال ہم روز مرہ کی زندگی میں یہ بھی دیک ہے ہیں کہ دو۔۔۔۔۔فروخت کر دیا جاتا ہے اور اسکی کاپی یعنی اسکی رجسٹریشن کے کاغذات خریدار کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں اور عرف میں اسی کو قبضہ کہتے ہیں حالانکہ موٹر سائیکل سالہا سال اسی فروخت کرنے والے کے نام رہتی ہے ویسے اگر دیکھا جائے تو یہ کاغذات فوری طور پر خریدار کے نام ہونے چاہیں پھر اسکی فروخت ہونی چاہیے وہ الگ بات ہے کہ بعد میں خریدار کے نام ہو بھی جاتے ہیں لیکن فی الفور اسے خریدی نہیں سمجھا جاتا۔

اس تفصیل کے بعد اب دیکھتے ہیں فقہاء کی آراء کہ وہ قبضہ سے مراد کیا لیتے ہیں؟

انشورنس

دور جدید ہیں انشورنش کو بڑی اہمیت حاصل ہے یہاں تک کہ زندگی کا کوئی شعبہ بھی اس سے خالی نہیں گھر کی انشورنش، گاڑی کی انشورنش، بدن کے اعضاء کی انشورنش وغیرہ وغیرہ۔ اور پھر

زندگی کے کچھ شعبے تو ایسے ہیں جن میں انشورنس ایک لازمی حیثیت اختیار کر گئی ہے مثلاً کاروبار کی انشورنس۔

سوال یہ ہے کہ انشورنس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ایک مسلمان کیلئے انشورنس پالیسی کو اپنانا جائز ہے یا ناجائز؟

انشورنس کی شرعی حیثیت کے جاننے سے پہلے ضروری ہے کہ انشورنس کسے کہتے ہیں اسکی اقسام کیا ہیں؟ اور وہ کونسی اہم وجوہات ہیں جنکی وجہ سے انشورنس ناجائز ہے۔

تعریف

> *Insurance is a contract between two parties in which insurance company (one part) Promises with the assured that in case of financial or life loves due to any reacon*[19]

Company the loss.

انشورنس دو گروپوں کے درمیان ایسا معاہدہ ہے جس میں انشورنس کمپنی " انشورنس " سے اس بات کا وعدہ کرتی ہے کہ نقصان کی صورت میں وہ اس کا ازالہ کرے گی۔

یہ انشورنس کا ایک general concept (عمومی تصور) ہے اسکی مزید تفصیل اگلے اوراق کی جائیگی۔ یوں تو انشورنس کی بہت سی اقسام ہیں مثلاً فائر انشورنس (fire insurance) میرین۔

انشورنس (marine insurance) اور انشورنش (life insurance)وغیرہ وغیرہ مگر اس مختصر سی اسائنمنٹ میں صرف تین کا۔۔۔ کسرہ کیا جاتا ہے۔

لائف انشورنس: (life insurance)

لائف انشورنس ایک معاہدہ ہوتا ہے انشورنس کمپنی اور اس شخص کے درمیان جسکی انشورنس کی جاتی ہے کہ اگر یہ شخص مخصوص عرصے کے درمیان فوت ہو گیا تو کمپنی اس کو اتنے لاکھ ادا کرے گی اور اگر زندہ رہا تو جتنے پیسے اس نے جمع کروائے بمع سود اسکو واپس مل جائیں گے۔ اس مخصوص عرصے میں پالیسی ہولڈر کو ایک لگی یہ ہی رقم ماہانہ یا سالانہ جمع کروانی ہوتی ہے۔[20]

مثال

مثال کے طور پر انشورنس کمپنی مذکورہ شخص سے یہ معاہدہ کرتی ہے کہ آئندہ دس سال تک اسے ہر سال بارہ ہزار 12000 جمع کروانے ہوں گے یوں دس سال کے بعد یہ رقم ایک لاکھ بیس ہزار 120000 بنتی ہے پھر کمپنی اسے یہ بتاتی ہے کہ اگر ان دس سالوں کے درمیان اسکی وفات ہو گئی تو کمپنی اسے چھ لاکھ 60000 روپے ادا کریگی اور اگر یہ زندہ رہا تو کمپنی دس سال کے بعد ایک لاکھ بیس ہزار 120000 بمع سود واپس کردیگی۔

شرعی نقطہ نظر

شرعی لحاظ سے لائف انشورنس کی مذکورہ پالیسی نہ صرف ناجائز ہے بلکہ حرام ہے جسکی دو بنیادی وجوہات ہیں:

غرر uncertainly　　ربا incerest

غرر: uncertainity

لائف انشورنس کے ناجائز ہونے کی پہلی وجہ تو غرر یعنی غیر یقینی کیفیت جسے uncertainity کیا جاتا ہے۔ غرر یا uncertainity ایسی کیفیت کا نام ہے جس میں کسی چیز کا ہونا یا نہ ہونا doubtful اور غیر یقینی ہوتا ہے[21] ہو سکتا ہے یہ کام ہو بھی جائے اور ہو سکتا ہے کہ نہ ہو مثلاً مذکورہ شخص کے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کی جاسکتی ہو سکتا ہے اسکی موت دس سالوں کے دوران واقع ہو جائے اور ہو سکتا ہے کہ یہ شخص دس سال تو کیا سو سال کی زندگی گزار نے کر جائے۔

اسلام نے ہر ایسی deal (معاہدہ) کو ناجائز قرار دیا ہے جس میں uncertainly کا element (عنصر) پا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس غیر یقینی کیفیت میں دونوں پارٹنرز میں سے کسی ایک کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہوتا ہے

ربا: interest

ربا یعنی سود وہ لعنت ہے جسے قرآن کریم نے حرار قرار دیا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" واحل اللہ البیع وحرم الربوا "[22]

"اللہ تعالی نے بیع یعنی خرید وفروخت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔"

دوسری جگہ بتلایا کہ سود خوری کو اللہ سے جنگ کے مترادف ہے[23] اور خدا تعالی سے جنگ ازمائی وہی شخص کر سکتا ہے جن کی عقل مکمل طور پر جواب چکی ہو۔ سود کو کیوں حرام قرار دیا گیا؟ یہ ایک الگ سے بحث ہے لیکن اس کا ایک نقصان جو کہ معاشرے کیلئے تباہی کا سبب بنتا ہے وہ یہ کہ دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہو کر رہ جاتی ہے اسیر امیر تر اور غریب بے چارہ غریب سے غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

لائف انشورنس میں یہ ربا (سود) کا عنصر بھی پایا جاتا ہے[24] وہ اس طرح کہ اگر پالیسی ہولڈر مر جاتا ہے تو اس کے بدلے میں اسے 600000 چھ لاکھ روپے ملتے ہیں۔ لیکن یہ چھ لاکھ کسی کے عوض ملتے ہیں؟ جتنی اس نے قسطیں جمع کروائی ہیں مثال کے طور پر تین سال کے بعد پالیسی ہولڈر کی موت واقع ہوئی تو اسے (3+12000) = چھتیس 36000 ہزار[25] کے عوض چھ لاکھ 600000 روپے ملیں گے اور یہ سراسر سود ہے جو کہ حرام ہے اور اگر زندہ رہا تب بھی principal amoune (اصل رقم) بمع سود واپس ملے گی تو لائف انشورنس ایسی پالیسی ہے جس میں دونوں طرف سود ہی سود ہے اور اللہ سے جنگ ہے اب خود ہی بتلایئے کہ اللہ سے جنگ کر کے کیا زندگی میں مترادف ہے کہ شاہد اس پیسے سے میری زندگی میں سکون آجاتے حالانکہ اللہ تعالی نے پیسے میں سکون نہیں بلکہ رکھا یہ دوست تو احکام خداوندی کے پورا کرتے ہیں مضمر ہے خدا تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہم کو اس لعنت سے محفوظ فرمائے (امین)

گڈز انشورنس: Good Insurance

گڈز انشورنس اسے اشیاء کا بیمہ بھی کہتے ہیں۔ اس میں بہت ساری اشیاء آجاتی ہیں مثلاً گھر کی انشورنس کاروبار کی انشورنس گاڑی کی انشورنس وغیرہ وغیرہ مگر اختصار کی غرض سے حرف گاڑی کی انشورنس پر بات کیجاتی ہے اسلئے کہ یہ نسبت دوسری اشیاء کے گاڑی کی انشورنس زیادہ ضروری سمجھی جاتی ہے جسکی کو ادا کیجاتی ہے جس کے بدلے میں کمپنی اس بات کی ذمہ داری اٹھائی ہے کہ نقصان کی صورت میں اس کا ازالہ کیا جائے گا مثلا یہ اگر ایکسیڈنٹ ہو گیا تو کمپنی گاڑی ٹھیک کروا کر دے گی۔

گاڑی کی انشورنس میں مندرجہ ذیل خرابیاں پائی جاتی ہیں۔

اصل رقم کی عدم واپسی: *Pridelpal amount is not ref undable*

لائف انشورنس ہیں تو یہ ہوتا تھا کہ اگر پالیسی ہولڈر کی موت واقع نہ ہوئی تو اسے اصل رقم principalamount بمع سود واپس مل جاتی تھی لیکن یہاں ایسا نہیں ہوتا بلکہ جس ماہ جس سال اگر کوئی نقصان اللہ کے فضل و کرم سے نہیں بھی ہوا۔ تب بھی اصل رقم واپس نہیں ملی مثال کے طور پر ہر ماہ دو ہزار 2000 کی قسط انشورنس کمپنی کو جمع کروائی جاتی ہے تو سال میں چوبیس 24000 ہزار کمپنی کے پاس جمع ہو گئے اب اگر ایک سال خیریت سے گزار تو 24000 میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ لھذا سب سے بڑی خرابی تو یہ ہے کہ ایک شخص نے منافع حاصل کرنے کیلئے پیسے[26] جمع کروائے نہ تو منافع ملا اور نہ پیسے واپس مل گئے۔

ربا: Interest

لائف انشورنس کی طرح یہاں بھی سود Involve (حفیل) ہے[27] وہ اسطرح کہ فرض کریں پالیسی ہولڈرز نے فرق تین قسطیں جمع کروائیں اس لحاظ سے اس نے نو ہزار 3000* 3 =9000 کمپنی کو دیئے اب تین ماہ کے بعد اس کی گاڑی حادثے کا شکار ہو گئی جس کا نقصان پچاس ہزار 50000 سے تجاوز کر گیا اور یہ سارا نقصان کمپنی نے پورا کیا تو گویا پالیسی ہولڈرز نے نو ہزار 9000 کے میرے میں پچاس ہزار 50000 وصول کر لیئے جو کہ سراسر سود ہے اور حرام ہے۔

تھرڈ پارٹی انشورنس: Third party insurance

دنیا میں گاڑیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد نے جہاں انسانیت کو بے شمار فائدے پہنچائے ہیں تو ان کے ساتھ ساتھ ایک نقصان بھی ہوا ہے اور وہ یہ کہ ٹریفک کے ہجوم کی وجہ سے آئے روز بے شمار حادثات دیکھے کو ملتے ہیں گاڑیاں آپس میں ٹکراتی ہیں اور بے شمار جانی نقصان ہوتے ہیں۔ اس روڈ ایکسیڈنٹ میں اپنا نقصان تو ہوتا ہی ہے لیکن ساتھ ہی دوسرے کی گاڑی کے پرخچے بھی اڑ جاتے ہیں لھذا تھرڈ پارٹی انشورنس کروائی جاتی ہے کہ میرے ہاتھ سے جس کو نقصان پہنچے گا انشورنس کمپنی اس کا نقصان پورا کر کے دے گی اور آج کل بیشتر ممالک میں گاڑی روڈ پر لانے سے پہلے تھرڈ پارٹی انشورنس کروانا لازمی ہے دوسرے الفاظ میں اسکی تعریف یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ یہ بیمہ کی وہ قسم

ہے جس میں انشورنس کمپنی پالیسی ہولڈر سے یہ معاہدہ کرتی ہے کہ نقصان کی صورت میں جس شخص کو بھی کلائنٹ کے ہاتھ سے نقصان پہنچا اس کے نقصان کا ازالہ کمپنی کرے گی۔

تھرڈ پارٹی انشورنس کا دائرہ حرف روڈ ایکسیڈنٹ تک ہی محدود نہیں بلکہ اس میں ہر وہ نقصان شامل ہے جو پالیسی ہولڈر کے ہاتھ سے کسی دوسرے شخص کو پہنچے [28] لھذا یورپ کے بیشتر ممالک میں تھرڈ پارٹی انشورنس کرواتی اسلیئے بھی لہرزی ہے کہ کسی کے گھر کے باہر اگر برف جمی رہ گئی اور گھر کے مالک نے اسکو صاف نہ کیا۔ پھر کوئی راہگزر وہاں سے گزرا تو اس کا پاؤں پھسلا اور اسے چوٹ لگ گئی تو انشورنس کمپنی گھر کے مالک کی جانب سے اسکے علاج معالجے کی بھی ذمہ دار ہو گی اور عدالتی جرمانہ بھی ادا کرے گی۔

تھرڈ پارٹی انشورنس بھی اپنے اندر بے شمار قباحتیں لئے ہوئے ہے جسکی مختصر تذکرہ ذیل میں کیا ہے۔

ربا:

پہلے کی طرح یہاں بھی سود پایا جاتا ہے وہ اسطرح کہ ہو سکتا ہے پالیسی ہولڈر نے قسطیں کم جمع کروائی ہوں اور فوائد زیادہ کے حاصل کرے یا زیادہ جمع کروائے اور کم وصول کرے ہو سکتا ہے سال بھر میں کوئی ایک آدھ معمول سا واقع ہوا ہو۔

غیر یقینیت: uncertainty

تھرڈ پارٹی انشورنس میں uncertainty کا پہلو زیادہ نمایاں ہے وہ یوں کہ ہو سکتا ہے سال بھر میں ایک آدھ واقع ہو سکتا ہے نہ بھی ہو پھر اگر واقعہ ہوتا ہے تو پوچھو معلوم نہیں کہ غلطی کس کی تھی پالیسی ہولڈر کی تھی یا اس شخص کی جسکو نقصان پہنچا پھر جسکو نقصان پہنچا ہے ہو سکتا ہے وہ اعتراف گناہ کر کے نقصان لے ہی نہ تو یہ تمام صورتیں ایسی ہیں جو " ہو سکتا ہے اور نہیں ہو سکتا " پر depend (انحصار) کرتی ہیں اسلام ہر ایسی ڈیل کی مخالفت کرتا ہے جس میں یہ مذکورہ پہلو پایا جائے اسلئے کہ اسلام وہ ضابطہ حیات ہے جس نے نہ صرف یہ کہ کسی ایک شخص کے نقصان کو مد نظر رکھتے ہوئے بلکہ اس کام سے بھی منع کیا ہے جس میں ایک شخص کے تو بہت سے فوائد ہیں مگر پوری سوسائٹی کو اس سے شدید خطرات لاحق ہیں مثال کے طور پر سود ہی کو لے لیجیئے جس میں ایک

شخص کا تو منافع ہے لیکن سوسائٹی کا اسمیں نقصان ہے اور وہ یہ کہ سب لوگوں کی کمائی سود خور کے جیب کا نوالہ بنتی چلی جاتی ہے جس میں غریبوں کو سر اٹھانے کا موقع ہی نہیں ملتا لھذا انشورنس کمپنیز کی policies بظاہر تو بڑی دل کو بھاتی ہیں لیکن در حقیقت اس میں نہ صرف یہ کہ پالیسی ہولڈر کے لیے دینوی، اخروی نقصان ہیں پوری سوسائٹی اس کے خطرات سے محفوظ نہیں۔

متبادل

سوال یہ ہے کہ اس کا متبادل نظام کو لینا ہے جس میں رہتے ہوئے انسان دنیاوی ضروریات بھی پوری کر سکے اور شریعت مطہرہ کے سنہری اصولوں کی بھی خلاف ورزی نہ ہو تو اس سلسلے میں علماء کی طرف سے دو طرح کے متبادل پیش کئے گئے جن کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

عقد تبرع

عقد تبرع انشورنس کا وہ متبادل ہے جس میں پالیسی ہولڈر عطیات کے طور پر اپنی رقوم تکافل کمپنی کے جمع کرواتے ہیں [29] اسکی دو صورتیں ہو سکتی ہیں صورت نان کمرشل (Non Commercial) جبکہ دوسری صورت کمرشل انسٹیوٹ (insiituce commercial) کی ہے۔

پہلی صورت

پہلی صورت عقد تبرع کی یہ ہے کہ لوگوں کی ایک سوسائٹی بنائی جائے جس میں ماہانہ رقوم جمع کی جائیں اور ہر شخص جو رقم جمع کروا رہا ہے اسے اچھی طرح علم ہو کہ میری یہ رقم عقد تبرع کی بنیاد پر جمع کی جا رہی ہے۔" تبرع " عرتی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے تعبیر کسی معاوضے کی خواہش کے کسی دوسرے کو کوئی چیز احسان کے طور پر دینا [30] مثال کے طور پر کسی کو انعام دینا، ہدیہ دینا ، عطیہ دینا وغیرہ وغیرہ گویا عقد تبرع میں پالیسی ہولڈر اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ میری رقم بطور ہدیہ عطیہ کے سوسائٹی کے پاس چلی گئی ہے اور سوسائٹی اس کو مجاز ہے کہ جس مخیر کو چاہے نقصان پورا کرے لھذا ہوتا یہ ہے کہ جو رقوم بھی ماہانہ یا سالانہ جمع ہوتیں ہیں اس سے پالیسی ہولڈرز کے نقصانات کا ازالہ کیا جاتا ہے یہ ایک طرح سے co operative society کی شکل ہے جسکی بنیاد صحیح اسلامی خطوء پر استوار ہے۔ [31]

دوسری صورت

دوسری صورت کمرشل انسٹیوٹ کی ہے اس کو بنیاد بھی تبرع پر ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسمیں business کی شکل بھی پائی جاتی ہے دوسرے الفاظ ہیں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ کمرشل انسٹیوٹ جسے تکافل کا نام دیا جاتا ہے دو طرح کے معاملات کرتا ہے:

[1] پالیسی ہولڈرز کو انشورنس کی سہولت بھی مہیا کرتا ہے اور [2] ساتھ ان کی رقوم کے ساتھ کاروبار بھی کرتا ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے:

- تکافل کمپنی پالیسی ہولڈرز سے رقوم جمع کرتی ہے اور پھر تمام انتظامی معاملات کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ مثلاً اشتہارات دیتی ہے اور لوگوں کو مجبر بننے کی ترغیب دیتی ہے وغیرہ وغیرہ۔
- جس مجیر کا نقصان ہو اس کا ازالہ کرتی ہے۔
- اگر کوئی مجیر انشورنس پالیسی کے ساتھ ساتھ کاروبار بھی کرنا چاہے تو تکافل کمپنی کی حیثیت بطور مضارب کے ہوتی ہے جو لوگوں کے پیسے سے کاروبار کرتی ہے۔
- لوگوں کا جمع شدہ پیسہ رب المال owner of the capital ہوتا ہے الگ سے قانونی حیثیت ہوتی ہے۔
- تمام مجبر آپس میں شریک (partners) ہوتے ہیں۔
- تکافل کمپنی بطور مضارب کے حاصل شدہ منافع میں سے ایک متناسب حصہ نکال کر اسے پالیسی ہولڈرز کے مابین تقسیم کر دیتی ہے۔ اس سارے عمل میں یہ واضح رہے کہ کمپنی اس بات کی پابند ہوتی ہے کہ جمع شدہ رقم کی ایک ایک پائی حلال کاروبار میں لگائے۔[32]

خلاصہ

ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ انشورنس کے اسلامی طریقہ کار میں پالیسی ہولڈر اس معاہدہ کے ساتھ شریک ہوتے ہیں کہ ہماری رقوم بطور ہدیہ اور عطیہ کے ہیں جس سے تمام مجیران کے فقصان کا ازالہ کیا جاتا ہے دوسرا یہ کہ اگر کوئی مجیر انشورنس پالیسی کے ساتھ ساتھ کاوربار بھی کرنا چاہے تو اس کے لیے کمپنی بطور مضارب کے ہو گی جس میں روپیہ پیسہ تو مجیران کا ہو گا اور کاروبنر

کمپنی کرے گی پھر جب نفع ہو گا تو کمپنی اپنا متناسب حصہ لیکر وہ نفع شرکاء pariners پر تقسیم کریگی لھذا اس صورت میں دو ایگریمنٹ agreements ہونگے۔

1. انشورنس کا ایگریمنٹ اس کے لیے رقم الگ سے جمع کروائی جائے گی۔
2. کاروبار کا ایگریمنٹ اس کے لیے بھی رقم الگ سے ہو گی اور term of condition (شرائط وضوابط) الگ سے ہونگی۔

مذکورہ صورتوں کی مثال حدیث سے

اوپر ذکر کی گئی دونوں صورتوں کی مثال حدیث سے بھی ثابت ہے وہ اسطرح کہ عربوں میں ایک قبیلہ اشعریہ کے نام سے آباد تھا ان کا طریقہ کار یہ تھا کہ جب ان کے ہاں خورد و نوش کا سامان کم پڑ جاتا تو سب اپنا اپنا سامان (خواہ کسی کے پاس کم ہو یا زیادہ) ایک جگہ لا کر ڈھیر کر دیتے اور پھر ایک ہی برتن سے وہ سامان خورد و نوش سب کے درمیان تقسیم کر دیا جاتا۔ حضور علیہ السلام نے انکی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

"فهم مني وأنا منهم "

"کہ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔"

تو گویا یہ ان کا ایک طریقۂ کار تھا خطرات سے نمٹنے کا کہ ہو سکتا ہے کسی کے پاس مال کم ہو جو کفایت نہ کرتا ہو یا ہو سکتا ہے کہ یا کمل ہی نہ ہو اور کسی کے پاس ضرورت سے زائد بھی ہو سکتا ہے تو یہ ایک بہتر طریقہ تھا کہ سب اپنا اپنا مال لے آئیں اور برابر تقسیم کر دیا جائے اس سے فائدہ ہو گا کہ ضرورت مند افراد کی ضرورت پوری ہو جائے گی جن کے پاس دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں۔

یہی جذبہ " عقد تبرع " میں کار فرما ہوتا ہے کہ جمع شدہ رقم سے ان لوگوں کی امداد کی جاتی ہے جو خود اکیلے اس بوجھ کو اٹھانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

دوسرا متبادل

انشورنس کمپنی کا دوسرا متبادل وقف کے نظام پر مبنی ہے وہ اسطرح کہ پالیسی ہولڈرز کی رقوم جمع کی جائیں اور پھر انہیں انکی مرضی سے وقف کر دیا جائے اس طرح ایک کمپنی معرض وجود میں آئے گی جس کی بنیاد وقت پر ہو گی پھر وقف ان رقموں سے جو بھی کاروبار کرلے اور اسے جو بھی

منافع جات حاصل ہوں وہ سب کے سب وقف کی ملکیت ہوں گے جن سے ان لوگوں کے نقصانات کا ازالہ کیا جائے گا۔ ابھی تک کوئی کمپنی ایسی موجود نہیں جسکی بنیاد وقف پر ہو البتہ تبرع کی بنیاد پر کئی کمپنیاں وجود میں آئیں ہیں جنہیں تکافل کمپنیز کہا جاتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1QazeEhtisham Production to Businer (Lah ; Azerm Academy) 105
2 QaziEhtishamIntorduction to business p:134
3 QaziKhubaib Amid , Inroduction to Butirey (CAH; A.K.Pub) ;47
4 Pr, M.A. gham , Principkles of Accounting (Couore ; Pak imperial Book) P,13

5 عمران اشرف عثمانی، شرکت ومضاربت عہد حاضر میں: ۳۱۲ ، کراچی: ادارہ المعارف، س۔ن

6 القباص: ۳۱۵

7 شراکت ومضاربت عہد حاضر میں: ۳۱۳

8 مفتی تقی عثمانی اسلام اور جدید معاشی مسائل ۳: ۱۶-۱۹ ،لاہور ادارہ اسلامیات، س۔ن

9 نفس مصدر

10 مولانا یوسف لدھیانوی شہید، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶۲-۶۸

11 مفتی تقی عثمانی، اسم لدرجہ معاشی مسائل ۳: ۲۱-۲۴

12 نفس مصدر

13 QaziEhtishamintr to Business P 370 – 371

14 قدوری: ۲۴۷

15 sale/فروخت

16 الحافظ ابی بکر احمد بن حسین، سنن کبری ۸: ۱۲، بیروت، دار الفکر، س۔ن

17 ابن ابی شیبہ، مصنف ابن ابی شیبہ ۴: ۳۱۶، بیروت، دار الفکر، س۔ن

18 وھبہ الوحیلی، والفقہ الاسلامی وادلہ ۵: ۳۴۶۳ -۳۴۶۵

19 Qazikhubaibamin , introduction to business (lahore : A.H. publisher) P: 168
20 Qazikhatboibintr to business p : 177

21 ڈاکٹر اعجاز احمد حمدانی، مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ۳۳۷-۳۴۰

22 سورہ البقرہ ۲: ۲۷۵

23 سورہ البقرہ ۲: ۲۷۹

24 مفتی محمود حسن گنگوہی، وفتاوی محمودیہ ۶: ۳۸۹

25 مفتی رشید احمد احسن الفتاوی ۷: ۲۴-۲۵، کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، س۔ن

26 مفتی کفایت اللہ دھلوی، کفایت المفتی ۸: ۸۲، کراچی، س۔ن

27 الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶: ۲۱۸۲-۲۱۸۳

28 کفایت المفتی ۸: ۸۲

29 الفقہ الاسلامی وادلہ ۶: ۴۱۸۴

30 لویس معلوف، المنجد: ۳۴، طبع ایران، س۔ن

31 الفقہ الاسلامی داولہ ۷: ۵۰۸۹

32 اس صفحہ پر دی گئی معلومات ڈاکٹر اعجاز احمد حمدانی کی کتاب مالی معاملات پر غرر کے اثرات کے: ۶۵، ۶۷-۶۸ اور ۳۶۴ سے اخذ ہیں۔